OPEN ACCESS: Al-Aijaz Research Journal of Islamic Studies & Humanities
ISSN (ONLINE): 2707-1219 www.arjish.com ISSN (PRINT): 2707-1200
DOI: https://doi.org/10.53575/u15.v5.04(21)181-189

ہجری تقویم کی عصری ضرورت اور تاریخی اہمیت

The contemporary need and historical significance of the Hijri calendar

Dr. Muhammad Majid Khan
Department of Education Punjab, District , Vehari.
Email: majidbzu586@gmail.com

Dr. Muhammad Amin
Department of Education Punjab, District Muzaffer Ghard.
Email: amincss@gmail.com

Dr. Wajid Ali
Department of Education Punjab, District, Lahore.
Email: wajidasadi@gmail.com

Received on: 17-10-2021 Accepted on: 19-11-2021

Abstract

No doubt, the calendars occupy very prominent status in man's life. These can be based on their nature and needs. Different nations of the world have started their calendars with the most important event, accident, the death of an elderly esteemed person, an excellent deed of a national hero, flood, war or the beginning of a king's throne. In fact, the timing of events in the universe was an indispensable process; different calendars were set up in this regard. When the history spreads to the earliest times, the calendars summarize those times in a table. These include solar, lunar rotations and Hijri calendar along with their effects on human life. This article will highlight the beginning background, importance and effects of the Hijri calendar.

Keywords: Prominent status, esteemed, deed, regard, lunar and effects.

اسلام کا واضح مؤقف ہے کہ زمانہ اللہ سے منسوب ہے کیونکہ وہی روز شب کا مالک ہے اور ان ایام سے مخصوص برکات وفضائل کو اسی نے وابستہ کیا ہے، اسی لیے زندگی میں تاریخوں اور مہینوں کا تعین وانحصار اس کے پیدا کردہ نظام فطرت پر ہونا چاہیے کہ اسلام دین فطرت ہے، اسی فطری طریقہ حساب کو قمری تقویم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ سالوں اور تاریخوں کا حساب شمسی و قمری دونوں ہی سے معلوم کیا جا سکتا ہے اور دنیا ان سے فائدہ اٹھاتی رہی ہے، جس طرح ہر فرقے نے اپنا کوئی نہ کوئی نشان مقرر کر رکھا ہے اسی طرح مسلمانوں کے لیے بھی اللہ تعالیٰ نے شعار مقرر فرمائے ہیں اور سن ہجری بھی مسلمانوں کا شعار ہے گو اسلام میں شمسی حساب بھی اگرچہ ناجائز قرار نہیں دیا گیا، قمری سال کے اہتمام سے روز مرہ کا حساب کتاب اسلام کا تشخص ہے۔ اس وجہ سے اسلام نے قمری تقویم کو اپنایا ہے، چوں کہ قمری

نظام ہمہ گیر ہے یعنی ہر جگہ اور ہر علاقے کا رہنے والا اس سے آسانی سے استفادہ کر سکتا ہے مگر اہم بات یہ ہے کہ شمسی تقویم کو اس قدر اختیار نہ کیا جائے کہ لوگ قمری تقویم کو بالکل فراموش کر دیں۔ اگر مسلمان قمری حساب کو بالکل بھلا دیں تو یہ شرعی لحاظ سے ملی و قومی غیرت کے منافی ہو گا۔

قمری تقویم میں ایک دن کے غروب آفتاب سے کر اگلے دن کے غروب آفتاب تک کا وقت پورا ایک دن کہلاتا ہے اور سورج غروب ہوتے ہی اگلی تاریخ کا آغاز ہو جاتا ہے۔ یہ نظام انتہائی سادہ اور فطرت کے عین مطابق ہے اور ایسا لگتا ہے کہ ابتداء میں مہینوں کا شمار چاند سے ہی کیا گیا ہو گا اس لیے دنیا کی ہر زبان میں مہینے کے لیے جو لفظ ہے وہ اس زبان میں چاند کے لفظ سے مشتق ہے، جیسے ماہ، مہینہ، ساس مون، اور منتھ وغیرہ اور ابتداء میں لوگ چاند ہی کے مہینے جانتے تھے۔ کائنات میں پیش آنے والے واقعات و معاملات کے حوالے سے اوقات کا تعین ناگزیر عمل تھا، اس لیے اس حوالے سے مختلف تقاویم ترتیب دیئے گئے۔

تقویم کا لغوی معنی:

"تقویم سے مراد سیدھا کرنا، قیمت کرنا اور جنتری یا پتراکے ہیں"۔[1]

تقویم کا اصطلاحی معنی:

"اصطلاح میں تقویم تاریخ اور ہفتے کے دنوں کے تعین کی جدول کا نام ہے"۔

تقویم کے سلسلے میں بنیادی نکتہ یہ ہے کہ تاریخوں اور مہینوں کا انحصار اصول فطرت پر ہونا چاہیے یا اس کی کوئی متبادل اساس مثلاً کسی شاہ کا حکم، کسی پارلیمنٹ کا فیصلہ، کسی مذہبی رہنما کی ہدایت یا کسی خود ساختہ نظام کا تسلسل بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اس سلسلے میں اسلامی شریعت کا مؤقف یہ ہے کہ زمانہ اللہ سے منسوب ہے اور روز و شب کی مالک وہی یکتا ذات ہے اور ان ایام سے مخصوص برکات و فضائل کو اسی نے وابستہ کیا ہے، اسی لیے تاریخوں اور مہینوں کا تعین اس کے پیدا کردہ نظام فطرت پر ہی منحصر ہونا چاہیے۔

اقسام تقویم:

دنیا کے مختلف مذاہب میں اگرچہ متعدد تقویمیں رائج رہی ہیں لیکن صرف چند معروف تقاویم ایسی ہیں کہ جن پر زیادہ عمل ہوتا رہا ہے اور ان سے متعلق معلومات بھی واضح طور پر موجود ہیں۔ ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

1۔ بکرمی تقویم 2۔ عیسوی تقویم 3۔ قمری تقویم 4۔ ہجری تقویم

راقم کا موجوع تحقیق چونکہ ہجری تقویم کی اہمیت و افادیت سے متعلق ہے اس لیے تحدید موضوع کے تحت اس کی وضاحت حسب ذیل ہے۔

ہجری تقویم: اسلامی تقویم کے مطابق پہلی صدی ہجری کا آغاز ہجرت مدینہ سے کیا جاتا ہے۔ شمسی تقویم کے مطابق **622ء تا 717ء** کے عرصہ کو پہلی صدی ہجری تسلیم کیا جاتا ہے اسی لئے قمری ہجری تقویم (ماہ و سال) کو اسلامی تقویم بھی کہا جاتا ہے اور ہجری تقویم سے مراد تواریخ کا حساب نبی کریم ﷺ کی مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے ہے۔ اس میں جو مہینے استعمال ہوتے ہیں ان کا استعمال بعثت نبوی

ﷺ سے قبل بھی تھا۔

ہجرت کے اسباب:

اہل مکہ بالعموم جبکہ قریش مکہ بالخصوص نبی کریم ﷺ کے سخت مخالف تھے، انہوں نے اعلان نبوت ہوتے ہی آپ ﷺ کو طرح طرح کی اذیتیں دینے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ آپ ﷺ کے صحابہ پر حق کو ماننے کی وجہ سے ظلم و ستم کے پہاڑ ڈھائے اور ان کا جینا دوبھر کر دیا تھا۔ اس معاملے میں آپ ﷺ کا چچا ابو لہب اور اس کی بیوی ام جمیل دونوں آپ کے سخت دشمن اور اس مہم میں پیش پیش تھے۔ اہل مکہ کی شدید مخالفت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔

مزید برآں یہ کہ ہجرت کم و بیش تمام انبیاء کرام کی سنت رہی ہے اور دین حق کی خاطر انہیں اپنا علاقہ چھوڑنا پڑا تھا۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی افرادی قوت کی بناء پر سرداران قریش کو اپنی سرداری خطرے میں پڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی اور وہ مسلمانوں کا وجود برداشت نہیں کر پارہے تھے اور اہل مکہ و طائف کے ظلم کے باوجود آپ ﷺ نے اسلام ان تک پہنچانے کی حجت پوری کر دی تھی اس لئے بھی ہجرت کرنا ضروری ٹھہرا تھا تاکہ مدینہ میں جا کر تبلیغ اسلام کے بطریق احسن انجام دیا جاسکے جہاں بیعت عقبہ کے بعد نبوت کے تیرہویں سال حج کے موقع پر مدینہ منورہ سے 75 افراد (73 مرد اور 2 خواتین نے عقبہ کے مقام پر نہایت رازداری سے آپ سے بیعت کی اور آپ ﷺ کو مدینہ آنے کی دعوت دی۔ اس دو سال کے قلیل عرصہ میں مسلمانوں کی اچھی خاصی تعداد بن گئی تھی اور اہالیان مدینہ نے آپ کی حفاظت کا وعدہ بھی کیا تھا۔ علاوہ ازیں مدینہ دیگر مقامات کے مقابلے میں ہجرت کے لئے اس لئے بھی موزوں ترین مقام تھا کہ اس کے تین اطراف پہاڑی سلسلے تھے اور ایک طرف نخلستان تھا۔ اگر بیرونی حملہ کی صورت میں دفاع آسانی سے کیا جاسکتا تھا۔ قریش کی تجارتی شاہراہ بھی مدینہ کی حدود کے قریب سے گزرتی تھی ایک اور اہم بات یہ تھی کہ مکہ سے مدینہ کا فاصلہ کافی تھا قریش مکہ کا مسلمانوں پر حملہ کرنا نہایت مشکل تھا۔ مدینہ چونکہ جغرافیائی لحاظ سے عرب میں ایک خاص مقام رکھتا تھا اور اس کی آب و ہوا بھی مکہ کی نسبت معتدل تھی، پس قریش مکہ کی قتل کی سازش کے بعد اذن الٰہی سے آپ کو اور دیگر مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت مل گئی کیونکہ اب آپ کا وہاں رہنا مناسب نہیں تھا، اس لئے آپ ﷺ کو ہجرت کی اجازت دے دی گئی۔

اسلامی تاریخ (ہجری) کی ابتداء: تقویم ہجری کے آغاز کے بارے میں مولانا شبلی نعمانی کی رائے یہ ہے کہ :

''زمانہ جاہلیت سے ہی رونما ہونے والے اہم واقعات کو یاد رکھنے کے لئے بعض مخصوص واقعات کو سنہ کے حساب کے لیے استعمال کیا جاتا تھے مثلاً ایک مخصوص عرصے تک کعب بن لوی کی وفات سے سال کا شمار کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد عام الفیل یعنی جس سال ابرہۃ الاشرم نے خانہ کعبہ پر حملہ کیا، بعد ازاں عام الفجار اور اس کے بعد مختلف سنہ شمار کیے جاتے رہے، چنانچہ اس طرح حضرت عمرؓ نے اسلامی ہجری سال کا آغاز کیا جو آج تک جاری ہے''۔[2]

صفر کی 27 تاریخ کو نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت کر کے غار ثور میں ٹھہرے اور یکم ربیع الاول کو نبی کریم ﷺ اور صدیق اکبرؓ وہاں

سے روانہ ہو گئے۔8 ربیع الاول کو آپ دونوں قبا پہنچے اور 12 ربیع الاول بروز جمعۃ المبارک بمطابق 27 ستمبر 622ء کو مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کی تشریف آوری ہوئی، ہجرت کے بعد چونکہ مدینہ میں ایمان والوں کو ایک مضبوط قلعہ اور مستحکم مرکز مل گیا تھا اور مسلمانوں کو آزادی سے عبادت کرنے اور نبی کریم ﷺ کے پاس آنے جانے کے مواقع دستیاب تھے۔ اس لئے اہل اسلام اب پہلے کی نسبت زندگی چین سے زندگی گزارنے لگے اور اسلامی طرز معاشرت کے خدوخال نمایاں ہوئے۔ اسلام کے اقتصادی و معاشی معاملات کے لیے عملی میدان میسر آیا اور اسلام کی نشر واشاعت کے لیے ایک بہترین ماحول میسر ہوا جس کی بنیاد پر ایک اسلامی حکومت قائم ہوئی جس کے سربراہ نبی کریم ﷺ تھے۔ لہذا اسلام کی ظاہری اور باطنی شان و شوکت کے پیش نظر ہجرت کی تاریخ سے ہجری تقویم کا آغاز ہوا۔ اس ضمن میں یہ اقتباس ہجری تقویم کی ابتداء کے بارے میں مزید راہنمائی کرتا ہے۔

''اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ 21ھ میں حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ان کے حضور ایک چک (دستاویز) لائی گئی جس پر صرف لفظ شعبان لکھا ہوا تھا۔ آپؓ نے کہا یہ کیسے پتہ چلے گا کہ گزشتہ شعبان کا مہینہ مراد ہے یا موجودہ؟ اسی وقت مجلس شوریٰ منعقد کی، بڑے بڑے صحابہ جمع ہوئے یہ مسئلہ پیش کیا گیا اکثر نے رائے دی کہ فارسیوں کی تقلید کی جائے، چنانچہ ہرمزان جو خوزستان کا بادشاہ تھا اور اسلام لا کر مدینہ منورہ میں مقیم تھا اسے طلب کیا گیا، اس نے کہا ہمارے ہاں جو حساب ہے اسے ماہ روز کہتے ہیں اور اس میں تاریخ اور مہینہ دونوں کا ذکر ہوتا ہے اس کے بعد یہ بحث ہوئی کہ سن کی ابتداء کب سے ہو۔ حضرت علیؓ نے ہجرت نبوی ﷺ کی رائے دی اور اس پر سب کا اتفاق ہو گیا نبی کریم ﷺ چونکہ ربیع الاول میں مدینہ منورہ تشریف لائے تھے لیکن چونکہ عرب میں سال محرم سے شروع ہوتا ہے یعنی اس لحاظ سے سال کو شروع ہوئے دو ماہ اور آٹھ دن بیت چکے تھے، اس حساب سے تو ربیع الاول سے سال کا آغاز ہونا چاہیے تھا۔ چنانچہ دو مہینے اور آٹھ دن پیچھے ہٹ کر سن ہجری کی ابتداء (یکم محرم) سے کی گئی''۔[3]

مندرجہ بالا اقتباس سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ چونکہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ کے لیے ہجرت کا آغاز 27 صفر المظفر کو کیا تھا مگر عرب چونکہ سال کا آغاز محرم سے کرتے تھے اس لیے اسلامی سال کو دو ماہ اور آٹھ دن پہلے سے شمار کیا گیا۔ اسی بناء پر پہلی بار قمری ہجری تاریخ یعنی محرم الحرام کی پہلی تاریخ مورخہ 16 جولائی 622ء کو سال کا پہلا دن مقرر کیا گیا اس تقویم میں بھی سابقہ ادوار کی طرح بارہ مہینوں کا سال شمار کیا گیا، جس میں ہر مہینہ 29 یا 30 ایام کا ہے اور مہینہ کا آغاز رویت ہلال سے کیا جاتا تھا۔ چونکہ عیسوی سال میں ہر مہینہ سوائے فروری کے جو کہ 28 دن کا ہوتا ہے باقی تمام مہینے 30 یا 31 دن کے ہوتے ہیں جب کہ لوند کا سال (Leap year) یعنی ہر وہ سال جو 4 پر پورا تقسیم ہو جائے صرف اس میں فروری 29 دن کا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس میں سال بھی 365 دن کے بجائے 366 دن کا ہوتا ہے اسی وجہ سے قمری سال کا آغاز ہر عیسوی سال سے دس، گیارہ دن پہلے شروع ہو جاتا ہے اور یوں ہر سال ہجری اور عیسوی سال کا وقفہ گھٹتا جاتا ہے۔

مہاجرین مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے مکی تقویم ساتھ لے کر گئے۔ اس طرح ہجرت کے بعد مدینہ میں بیک وقت دو تقویمیں رائج ہو گئیں۔ اسی لیے عہد رسالت ﷺ میں مدینہ کے اندر دو قسم کی تقویمیں کارفرما تھیں جن میں ایک خالص قمری تھی اور دوسری قمری شمسی مگر ان دونوں

کے مہینوں اور دنوں کے نام مشترک تھے۔ یہ تقویمیں پہلو بہ پہلو چلتی رہیں جیسا کہ کچھ مولفین نے ہجرت سے اسلامی تقویم کا آغاز کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ چار وجوہ کی بناپر اسلامی کیلنڈر شروع ہو سکتا تھا جو حسب ذیل ہیں:

(1) آپ ﷺ کی ولادت، (2) آپ ﷺ کی بعثت، (3) ہجرت اور (4) وفات۔

چونکہ آپ ﷺ کی پیدائش اور بعثت کے تعیین میں اختلاف ہو سکتا تھا، اسی طرح وصال کے تذکرہ سے غم تازہ ہو جاتا ہے چنانچہ ان تینوں سے کنارہ کشی اختیار کی گئی اور صرف ایک اختیار باقی رہ گیا۔ یوں اسلامی سال کی ابتدا ہجرت سے کی گئی نیز اسلامی سال کی ابتدا ربیع الاول کی بجائے محرم سے اس وجہ سے ہوئی کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت کرنے کا ارادہ محرم میں ہی کیا تھا اسی بناء پر محرم ہی اسلامی کیلنڈر کا پہلا مہینہ قرار پایا۔ اس ضمن میں صحیح بخاری کی درج ذیل حدیث اس بات کی تائید کرتی ہے۔

''عن سهل بن سعد، قال، ما عدوا من مبعث النبي صلى الله عليه وسلم ولا من وفاته،ما عدوا إلا من مقدمه المدينة''۔[4]

''سہل بن سعد فرماتے ہیں کہ لوگوں نے (سنہ تاریخ) کا شمار نہ تو نبی کریم ﷺ کی بعثت سے کیا اور نہ ہی وفات سے کیا بلکہ آپ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے کیا''۔

گویا یوں سنہ/تاریخ کا آغاز ہجرت سے کیا ہو گا۔

اسی ضمن میں ابن کثیر نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں اس کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

''أن يؤرخ من هجرته من مكة إلى المدينة لظهوره لكل أحد فإنه أظهر من المولد والمبعث.فاستحسن ذلك عمر والصحابة، فأمر عمر أن يؤرخ من هجرة رسول الله صلى الله عليه وسلم وأرخوا من أول تلك السنة من محرمها، وعند مالك رحمه الله فيما حكاه عن السهيلي وغيره: أن أول السنة من ربيع الأول لقدومه عليه السلام إلى المدينة، والجمهور على أن أول السنة من المحرم، لأنه أضبط لئلا تختلف الشهور، فإن المحرم أول السنة الهلالية العربية''۔[5]

''تاریخ اسلامی نبی کریم ﷺ کی مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت سے شروع کی گئی کیونکہ آپ ﷺ کا ظہور ہر ایک پر واضح ہو چکا تھا یعنی آپ ﷺ کی پیدائش اور ہجرت ہر ایک پر ظاہر ہو چکی تھی۔ یہ ہجرت آپ ﷺ کی پیدائش اور بعثت سے زیادہ واضح تھی۔ اسی کو حضرت عمرؓ اور صحابہؓ نے بہتر سمجھا، چنانچہ حضرت عمرؓ نے آپ ﷺ کی ہجرت کے دن سے تاریخ متعین کرنے کا حکم دیا، آپؓ نے اس سال کے اوائل کو محرم سے شروع کیا۔ جبکہ امام مالک کے نزدیک جو انہوں نے حضرت سہیلیؒ سے روایت کیا: بے شک سن کا آغاز ربیع الاول سے ہی ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی مدینہ منورہ آمد اسی ماہ میں ہے۔ جبکہ جمہور کے نزدیک سال کی ابتداء محرم سے ہے کیونکہ یہ زیادہ موزوں و پائیدار ہے تاکہ مہینوں میں اختلاف نہ ہونے پائے، لہٰذا محرم عربی ہلالی سال کی ابتداء ہے''۔

چنانچہ اسلامی تقویم کی ابتداء ہجرت سے شروع کرنے سے مراد یہ ہے کہ اسلامی کیلنڈر یا جنتری کا آغاز ہجرت سے ہی ہے کیونکہ افراد نے اپنے پیش آنے والے واقعات کے تعین کے لیے مشاورت سے ایک جامع نظام قائم کیا تاکہ مقررہ اوقات معلوم کرنے میں سہولت رہے اور

کہیں وفود بھیجنے میں بھی اس سے مدد لی جاسکے۔ چنانچہ اس بات پر عہد عمرؓ میں سب اس پر متفق ہو گئے۔ اسی ضمن میں عبدالقدوس ہاشمی لکھتے ہیں کہ:

"سنہ 9ھ تک مکی تقویم کو مسلمانوں کی دینی تقویم کا مرتبہ بھی حاصل رہا ہے اور تمام مہاجر و انصار اس کے ماہ محرم میں صوم عاشورہ اور اس کے ماہ رمضان میں روزے رکھتے رہے ہیں۔ سنہ 9ھ کی ابتداء میں جب پیغمبر اسلام ﷺ نے اس کی تنسیخ کا اعلان فرمایا تو مسلمانوں کا مذہبی سنہ بجائے مکی کے مدنی بن گیا جو آج تک اسی طرح قمری چلا آرہا ہے"۔[6]

اسی طرح سنہ ہجری کی ابتداء کے بارے میں ذکریا بشیر لکھتے ہیں:

"ہجری سنہ کی ابتداء یوں ہوئی کہ ہجرت مدینہ کے چھٹے سال جب آپ ﷺ نے تبلیغی خطوط لکھوائے تو صحابہ میں سے بعض نے تاریخ تحریر کرنے کی رائے دی۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمادیا اس پر لکھ دو کہ ہجرت کے چھٹے سال یہ خط لکھا گیا"۔[7]

جبکہ اس کے برعکس ہجری سنہ کی ابتداء کو مورخین عہد عمرؓ کا یہ سنہری کارنامہ قرار دیتے ہیں۔

اس روایت کو ابن عساکرؒ نے تاریخ دمشق میں اور امام البخاریؒ نے رسالہ التاریخ میں یہ روایت لکھی ہے جبکہ ضیاء الدین لاہوری لکھتے ہیں:

"حضرت عمر فاروقؓ نے 18ھ میں دفاتر حکومت کی تنظیم کی تو تمام سرکاری مراسلات اور کاغذات میں سنہ ہجری کے تعین کے ساتھ تاریخ کا اندراج بھی لازمی قرار دیا تو اس وقت سے سنہ ہجری چل پڑا۔ غالباً پہلی روایت بھی غلط نہ ہو گی البتہ اس وقت کوئی دفتر نہیں تھا۔ اس لیے جب حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے سرکاری طور پر بذریعہ فرمان سرکاری کتابت میں تاریخ ہجری کا اندراج ضروری قرار دیا تو لوگوں نے اسی کو ابتداء سمجھ کر بیان کر دیا۔ ان کے نزدیک یہ دونوں روایتیں صحیح ہیں اور ان کے مابین کوئی تعارض نہیں ہے"۔[8]

ہجری تقویم کی اہمیت: اگر دنیا میں رائج تقاویم کی ابتداء پر نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ کسی سال کی ابتداء تو کسی بڑے آدمی یا بادشاہ کے جنم، موت یا تاج پوشی سے ہوتی ہے، یا پھر کسی ارضی یا سماوی حادثات سے کرتے ہیں، لیکن ہجری تقویم کو ہی یہ قدر و منزلت حاصل ہے کہ اس کا آغاز اسلام کی سربلندی کیلئے اپنے وطن عزیز کو چھوڑ کر چلے جانے سے ہوا۔ چونکہ ہجرت پر انسان صرف اسی صورت میں آمادہ ہو سکتا ہے جب وہ یا تو بہت مجبور ہو یا کوئی عظیم مقصد اس کے پیش نظر ہو اور مسلمانوں کے پیش نظر اولین مقصد دین اسلام کی سربلندی تھا اور ہجرت کو سنہ ہجری کی ابتداء قرار دینے کا سبب یہ تھا کہ ہر نئے سال کا آغاز مسلمانوں کو یہ پیغام یاد دلاتا رہے کہ انہیں اسلام کی بقا کی خاطر کسی بھی قربانی سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیے۔ جیسا کہ "مولانا عبدالرحمن کیلانی" اپنے مقالہ "ہجری تقویم کی خصوصیات" پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"کسی وطن یا خطہ کی ثقافت بالعموم موسم سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ میلے ٹھیلے، تفریحی سرگرمیاں، گرمیوں کی تعطیلات، موسم بہار کے تہوار، مختلف اقسام کے محاصل اور ان وصولیوں کے اوقات کار جیسے معاملات کا تعلق موسم سے تھا اور موسم شمسی سال سے وابستہ ہیں، لہٰذا جیسے جیسے دین سے تعلق کم ہوتا جاتا ہے تو لاتعلقی بھی بڑھتی رہتی ہے۔ چنانچہ شمسی تقویم کے ساتھ رجحان میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس بناء پر

پیشتر لوگوں نے شمسی تقویم کو ہی اختیار کیا"۔[9]

چونکہ اسلام رسوم و رواج کو بشر طیکہ وہ جائز بھی ہوں ثانوی حیثیت دیتا ہے اور اس کا اولین مقصد احکامات و عبادات الہیٰ اور شعائر اللہ کی صحیح طور پر اور متعین اوقات پر تکمیل ہے۔اسلام عالمگیر دین ہے بایں ہمہ اس کے تمام احکامات میں عالمگیریت کا پہلو واضح ہے اور اس کے تمام احکام سب کے لیے ہیں اسی لیے اس میں آسانی کا پہلو مد نظر رکھا گیا ہے یہی وجہ کہ شریعت نے چاند کے حساب کو پسند فرمایا چاند لوگوں کے لیے اوقات کی نشانی ہے جس کے ذریعہ وہ قرضوں کی معیاد کے مناسب انداز، عمروں کی مدت، خواتین کی عدت ان کے حالات حمل کی مدت ،ماہ رمضان و عیدین جو کہ شعائر اسلام سے ہیں، سال کا اتمام جو کہ زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لیے مشروط ہے اور اسی طرح کی دوسری چیزیں معلوم کرتے ہیں۔

مولانا شبلی نعمانی "الفاروق" میں اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"عربوں میں اگرچہ مرور زمانہ سے لکھائی پڑھائی کا،فی زمانہ رواج تھا چنانچہ جب اسلام کا ظہور ہوا تو محض قریش کے ایک قبیلے کے سترہ اشخاص لکھنا پڑھنا جانتے تھے لیکن حساب کتاب سے لوگ عموماً ناواقف تھے چنانچہ 14ھ ہجری میں جب آبلہ فتح ہوا تو پوری فوج میں ایک بھی فرد ایسا نہ تھا جس کو حساب کتاب آتا ہو اور جو مال غنیمت کو قاعدے سے تقسیم کر سکتا ہو مجبوراً لوگوں نے 14 سالہ لڑکے زیاد بن ابی سفیان کی طرف رجوع کیا اور اس کے بدلہ میں اس کی تنخواہ دو درہم یومیہ مقرر کی۔ایک طرف تو یہ حالت تھی جبکہ دوسری طرف حضرت عمر فاروقؓ کی بدولت سنہ ہجری کے آغاز کے ساتھ انتہائی مہارت کے ساتھ ہمہ اقسام کے کاغذات اور مفصل نقشے تیار کئے گئے"۔[10]

چنانچہ نبی کریم ﷺ کی ہجرت سے لے کر مواخات مدینہ ، میثاق مدینہ ، غزوات و سرایہ ، فتح مکہ ، خلافت راشدہ کا قیام ، جنگ جمل اور جنگ صفین سے لے کر سانحہ کربلا، خلافت امویہ اور خلافت ساسانیہ کے قیام سے لیکر فتح شام تک کے واقعات قرن اول کے اہم واقعات ہیں۔اہم اور مشہور شخصیات خلفائے اربع، کثیر تعداد میں صحابہؓ، صحابیاتؓ، اہل بیت، ازواج مطہراتؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ مذکورہ بالا واقعات میں پیش پیش تھے۔چنانچہ تقاویم میں ہجری تقویم کو اسلامی تاریخ میں نہایت اہم مقام و مرتبہ اس لیے حاصل ہے کیوں کہ ہجرت نبوی ﷺ کی بدولت اسلامی معاشرہ کا قیام اور پھر اس کے عروج و ترقی کے ساتھ ساتھ دنیا بھر میں اس کی وسعت کے رجحانات واضح طور پر نمایاں ہیں۔

خلاصہ بحث:

شمسی حساب سے کیلنڈر میں بار بار ترمیم ہوتی رہی ہے کبھی دن بڑھانے پڑتے تھے اور کبھی مہینوں میں الٹ پھیر کر کے سال کو نئے نقطہ سے شروع کرنا پڑتا تھا جبکہ قمری مہینے جو کہ اللہ تعالیٰ بیان کردہ ہیں ان کی تعداد بھی متعین کر دی ہے اور ان کے احکام بھی۔چنانچہ مختلف مہینوں کے حوالے سے اللہ تعالیٰ نے مختلف طرح کے احکامات نازل کیے ہیں اور شمسی تقویم کے برعکس نہ تو ان میں کوئی ترمیم ہوئی ہے اور نہ کوئی ترمیم ہو سکتی ہے۔اسلام سے پہلے کبیسہ کا طریقہ رائج تھا جن میں مہینوں کو آگے پیچھے کر لیا جاتا تھا مگر طلوع اسلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نسیئ کی مخالفت کی اور اس کو کفر میں زیادتی قرار دیا۔قمری نظام کو چاند کی بجائے ستاروں کی گردش کے مطابق نہ کرنے کی وجوہات

میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ کہیں یہ خیال پیدا نہ ہو کہ مسلمان چاند ستاروں کی پوجا کرتے ہیں بلکہ یہ صرف وقت کے تعین کی علامات ہیں۔ لیکن یہ بات ذہن میں ضرور رکھنی چاہیے کہ بکرمی یا ہندی تقویم میں مکمل دن کا شمار ایک دن کے طلوع آفتاب سے دوسرے دن کے طلوع آفتاب تک ہے۔اسی طرح عیسوی تقویم میں بھی دن کی آدھی مدت (12 بجے) سے دوسرے دن کی آدھی مدت تک ہے۔اس لیے آسان اور سادہ قمری تقویم کا اندازہ یوں سمجھ لینا چاہیے کہ قمری تقویم میں چاند کے لحاظ سے شام کو تاریخ بدل جاتی ہے۔ چنانچہ چاند کے معاملے میں جو الفاظ قرآن نے استعمال کیے ہیں ان سے واضح اشارہ ملتا ہے کہ اسلامی شریعت میں قمری حساب ہی رائج ہے۔ بالخصوص جن عبادات کا تعلق کسی خاص مہینہ کی تاریخوں سے ہے جیسا کہ جو احکام ماہِ رمضان کے روزے، حج کے ایام اور محرم وشب برات وغیرہ سے متعلق ہیں ان تمام کا تعلق رویئت ہلال سے ہی ہے۔ چنانچہ غیر مسلموں سے متعلق دفتری معاملات میں صرف شمسی تقویم اختیار کریں، جبکہ نجی طور پر خط و کتابت اور روزمرہ کے معاملات میں قمری تقویم کا استعمال کریں تو اس میں فرض کفایہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اپنا دینی شعار بھی محفوظ رہے گا۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قمری حساب کو اپنانا انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور یہی باعث برکت و ثواب ہے۔ شمسی اور قمری تاریخ کے متعلق ایک اہم سوال یہ ہے کہ کیا اسلام میں شمسی حساب رکھنا یا استعمال کرنا جائز ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہر فرد اور ہر قوم پر منحصر ہے چنانچہ افراد نماز، روزہ، زکوٰۃ اور عدت کے معاملات میں شرعی طور پر قمری حساب استعمال کریں لیکن اپنی تجارت و کاروبار وغیرہ میں شمسی تقویم کا استعمال کریں۔ لہٰذا رمضان اور حج وغیرہ کے اوقات متعین کرنے کے لیے مجموعی طور پر مسلمانوں میں قمری حساب جاری رہے بصورت دیگر مبادا جنوری، فروری کے مہینوں کے سوا لوگوں کو قمری حساب معلوم ہی نہ ہو۔اسی وجہ سے فقہاء نے فرض کفایہ کے طور پر قمری حساب باقی رکھنے کو جمیع مسلمانوں پر لازم قرار دیا ہے، لیکن اسلام شمسی حساب سے بھی ہرگز منع نہیں کرتا مگر سنت انبیاء، سنت نبوی ﷺ اور عہد خلفائے راشدین کی اتباع میں قمری تقویم کا استعمال موجب برکت و ثواب قرار دیا ہے۔

مصادر و مراجع

Bibliography

1 مولوی نور الحسن، نور اللغات، نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد، 1964ء ص 1064

Molvi Noor-ul-Hassan, Noor-ul-Lughat, National Book Foundation, Islamabad, 1964, p. 1064

2 شبلی نعمانی، علامہ، الفاروق، سنگ میل پبلی کیشنز چوک اردو بازار لاہور 1972ء، ص 276

Shibli Nomani, Allama, Al-Farooq, Sang e Meel Publications Chowk Urdu Bazaar Lahore 1972, p.276

3 (الف) شبلی نعمانی، علامہ، الفاروق، سنگ میل پبلی کیشنز چوک اردو بازار لاہور 1972ء، ص 276

(A) I bid

(ب) المقریزی، احمد بن علی (م 845ھ) النقود الاسلامیہ مطبع جوائب بیروت 1298ھ، ج 1، ص 284

(B) Al-Maqrizi, Ahmad bin Ali (d. 845 AH) vol. 1, p. 248

4 بخاری، صحیح، باب التاریخ، ج 5 ص 68

Bukhari, Sahih, Babul-Tareekh, vol. 5, p. 68

[5]ابن کثیر،البدایہ والنہایہ،داراحیاءالتراث العربی،بیروت،1988،ج7،ص85

Ibn e Kathir, Al biaya wal Nihaya, Dar Al-Ahya Al-Turath Al-Arabi, Beirut, 1988, V. 7, P. 85

[6]عبدالقدوس ہاشمی، قمری تقویم ہجری،ماہنامہ فکرونظر،ج18،ش دسمبر1980،ص6

Abdul Qaddos Hashmi, Qmari Taqweem,Mahnama Fikro Nazar, V. 18, December 1980, P. 6

[7]Zakria Bashir,Hijra Story and significance, The Islamic Foundation 19,Leicester,U.K 1403 A.H,p-16

[8]ضیاءالدین لاہوری،جوہر تقویم،ادارہ ثقافت اسلامیہ،اظہار سنزپرنٹرزلاہور،1994،ص48

Zia-ud-Din Lahori, Johar Taqweem,Idara Saqafat e Islami, Izhar Sons Printers Lahore, 1994, p. 48

[9]عبدالرحمن کیلانی،ہجری تقویم کی خصوصیات،ماہنامہ محدث،ج8،ش8،ص28

Abdul Rahman Kalani, Hijri Taqweem ki Khasosiat , Mahnama Muhaddith, V. 8, S. 8, P.28

[10]شبلی نعمانی،علامہ،الفاروق،سنگ میل پبلی کیشنزچوک اردوبازارلاہور1972ء،ص277

Shibli Nomani, Allama, Al Farooq, Sang e Meel Publications Chowk Urdu Bazaar Lahore 1972, p.277